ڈاکٹر وفا راشدی

مخدوم محمد معین ٹھٹھوی

علامہ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی بن مخدوم محمد امین بن مخدوم شیخ طالب اللہ کا خاندان اپنے علم و فضل اور فیض و کمال کی بدولت تین پشتوں سے ممتاز تھا[1] اس زمانے میں ٹھٹھہ مدرسوں اور عالموں کا شہر تھا۔ یہ شہر اسلامی علوم و فیوض کا گہوارہ اور تہذیب و ثقافت کا مرکز تھا۔

مخدوم محمد امین ٹھٹھے میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو سکی۔ ابتدائی تعلیم ان کے والد ماجد مخدوم محمد امین کے زیر عاطفت ہوئی۔ ان کے والد اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے۔ مخدوم معین نے شاہ عنایت اللہ سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالقادر، شیخ جلال محمد اور علامہ میر سعداللہ پوربی جیسے اکابر علما سے مستفیض ہوئے۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد میاں ابوالقاسم نقشبندی خلیفہ شیخ سیف الدین سرہندی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی بابرکت صحبتوں میں رہ کر علوم باطنی اور رموز معرفت سے آگاہی حاصل کی۔

مخدوم محمد معین جمیع فنون کے جامع اور معقول و منقول پر حاوی تھے۔ سندھ کے مشہور مورخ میر علی شیر قانع نے مقالات الشعرا میں ان کا تذکرہ دلآویز الفاظ میں کیا ہے۔

" جامع علوم معقول و منقول، حاوی معالم فراغ و اصول۔ کاشف حقائق علمی و عملی، شارح دقایق صوری و معنوی، علامۂ عصر، نحریر وقت، مظہر انوار حقائق ربانی۔"[2]

مخدوم محمد معین اپنے صفات و کمالات کی بنا پر اعلیٰ و ادنیٰ اور عوام و خواص سب میں یکساں مقبول تھے۔ ارباب علم و فضل کے علاوہ حکام وقت بھی ان سے ملاقات کے لیے حاضر ہوتے اور وہ

---

[1] تاریخ سندھ جلد ششم حصہ دوم۔ مولفہ مولانا غلام رسول مہر، ص ۹۹۰۔ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد سندھ

[2] مقالات الشعرا، ص ۱۲۱

[3] تذکرہ علمائے ہند، مؤلفہ مولوی رحمان علی، ص ۷۷۴، اردو ترجمہ

بھی ان سے بے حد اخلاص و محبت سے ملتے تھے۔

مخدوم محمد معین ٹھٹھوی نے خدمتِ دین اور اشاعتِ علم کی خاطر ٹھٹھے میں ایک مدرسۃ العلوم قائم کیا، جس کے اخراجات وہ خود برداشت کرتے تھے۔ سندھ کے جن نامور علمائے کرام اور بزرگانِ دین کو اس مدرسے سے فارغ التحصیل ہونے اور مخدوم صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں پیر نجم الدین عزلت رضوی، مولوی محمد صادق جعفر شیرازی، شرف الدین علی، میر مرتضیٰ سیوستانی اور علامہ محدث محمد حیات سندھی نے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ مکہ و مدینہ اور دیگر اسلامی ممالک میں رہ کر اسلام کی غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں۔ ان حضرات نے وہاں کے مدارس میں درس بھی دیے اور مساجد میں امامت بھی کی۔ ان کی بیش بہا تصانیف جو اسلامی علوم کے مختلف پہلوؤں پر حاوی ہیں، آج بھی ہمارے لیے روشنی کا مینار ہیں۔

مخدوم محمد معین ٹھٹھوی صاحبِ حال وقال بزرگ تھے۔ سماع کے بہت شائق تھے۔ سندھ کے مشہور صوفی اور شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائیؒ سے ان کو خاص عقیدت تھی۔ شاہ صاحب بھی مخدوم صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ شاہ صاحب ان سے ملنے اکثر بھٹ شاہ (تعلقہ ہالا ضلع حیدرآباد) سے ٹھٹھے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک رات مخدوم صاحب کے آستانے میں محفلِ سماع ہوئی، شاہ عبد اللطیف بھی شریک تھے کہ مستی و بے خودی کے عالم میں مخدوم صاحب کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ شاہ عبد اللطیف نے نماز جنازہ پڑھائی[۴۲] مخدوم صاحب کا سال وفات ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء ہے۔ مخدوم مرحوم کے بعض ہم عصر اکابر شعرائے فارسی نے ان کی وفات پر قطعاتِ تاریخ کہے۔ جن میں میاں نعمت اللہ، محمد پناہ رجا اور محمد محسن ٹھٹھوی قابلِ ذکر ہیں۔ محسن ٹھٹھوی کے قطعات شعری محاسن کے اعتبار سے بہت عمدہ ہیں۔

مخدوم محمد معین کی ذاتِ گرامی سرچشمۂ علوم و فنون تھی۔ عربی و فارسی میں انھوں نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ یہاں ان کی چند تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عربی

۱۔ اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ

---

۴۲ مقالات الشعراء، ص ۱۲۱ ۔۔۔ تحفۃ الکرام، ج ۳، ص ۲۹۔۳۰

۲۔ الحجۃ الجلیلہ فی قضاء الحکم بالافضلیہ

۳۔ ایقاظ الوسنان

۴۔ قرۃ العین فی البکاء علی الامام الحسین

۵۔ غایۃ الفسخ لمسئلۃ النسخ

۶۔ ابراز الضمیر المنصف الخبیر

۷۔ مواھب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنیٰ عشر

۸۔ انوار الوجد من منح المجد

۹۔ غایت الایضاح فی المحاکمۃ بین النووی و ابن الصلاح

۱۰۔ دراسات اللبیب

۱۱۔ رسالہ فی تحقیق اھل البیت

۱۲۔ رسالہ فی اثبات اسلام ابی طالب

۱۳۔ رسالہ فی بحث تناسخ

۱۴۔ رسالہ بالاجوبۃ الفاضلۃ الامثلۃ العشرۃ الکاملہ

۱۵۔ رسالہ فی انتقاد المومنین من فتح القدیر

۱۶۔ رسالہ فی بحث حدیث المصراۃ

۱۷۔ رسالہ فی تحقیق معنی الحدیث لا نورث ماترکنا صدقۃ

فارسی

۱۔ اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ

۲۔ رسالہ اویسیہ

۳۔ شرح رموز عقائد صوفیہ

مخدوم صاحب فارسی اور اُردو کے قادر الکلام اور خوش فکر شاعر بھی تھے۔ فارسی میں تسلیم اور اردو (ہندی) میں بیراگی تخلص کرتے تھے۔ ان کا اُردو کلام راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزرا، اس لیے ان کی اُردو شاعری کے بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔ بقول پیر حسام الدین راشدی، مخدوم صاحب

کا دیوان مفقود ہو گیا ہے۔[۵۵]

مخدوم صاحب اساتذۂ فارسی میں نظیری، صائب اور قاضی عطاءاللہ تاجر بغدادی سے متاثر تھے۔ انھوں نے ان شعرائے کرام کی زمین پر طبع آزمائی کی اور ان کے رنگ میں[۵۶] اشعار کہے۔ ایک غزل جو تاجر بغدادی کے تتبع میں کہی ہے، نذرِ قارئین ہے:

چو آہو نافہ ریزی از دم مرداں دمے دارم — دریں بیدائے وحشت تاکہ قلاج رسے دارم
خزانِ کثرتِ موہوم نتواند خراش من — کہ رخسارِ گلم کز بحرِ وحدت شبنمے دارم
ز پیچ و تاب کفر زلف ترسا بچہ شوخے — پریشاں قبلہ گاہم کیش درہم برہمے دارم
ز فریادِ نہاں و فاش دست غمزہ پردازی — ربابِ اضطرابم نغمۂ زیر و بمے دارم
بیا دریوزہ کن تسلیم زاں تاجر کہ می گوید — ز اسبابِ جہاں حاصل ہمیں جنسِ غمے دارم[۵۷]

---

[۵۵] رسالہ سہ ماہی اُردو کراچی بابت اکتوبر ۱۹۵۱ء، ص ۸۶، مطبوعہ انجمن ترقی اردو، پاکستان

[۵۶] اس رنگ کی کئی غزلیں مقالات الشعرا میں شامل ہیں۔

[۵۷] مقالات الشعرا، مصنفہ علی شیر قانع ٹھٹھوی (ص ۱۲۶ - ۱۲۷) مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد، سندھ

ارمغانِ شاہ ولی اللہؒ

پروفیسر محمد سرور

حضرت ولی اللہ محدث دہلوی جلیل القدر عالم اور رفیع المرتبت مصنف تھے۔ انھوں نے تفسیر، حدیث، شروحِ حدیث، فقہ اور تصوف وغیرہ تمام عنوانات پر کتابیں لکھیں اور احکامِ شریعت کی حکم و مصالح کی روشنی میں وضاحت کی۔ "ارمغان شاہ ولی اللہ" ان کے افکار و تعلیمات کا بہترین مجموعہ اور ان کی عربی و فارسی کتابوں کا ایک عمدہ انتخاب ہے جو اُردو کے قالب میں ڈھال کر قارئینِ کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں شاہ صاحب اور اُن کے بزرگوں اور مشائخ کے سوانح حیات بھی دیے گئے ہیں۔

صفحات ۵۲۰ قیمت -/۳۰ روپے

ملنے کا پتا:- ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور